محمد فاروق قریشی

دار بنی ہاشم ملتان تک

ملتان مدینۃ الاولیاء کے نام سے معروف ہے، جس نے بھی کہا درست کہا ہے کہ ماضی بعید کی نہیں بلکہ ہم نے بھی اس کے مطلع انوار پر اولیائے کرام اور علمائے کبار کی حسین کہکشاں کا مشاہدہ کیا ہے۔ میرے خیال میں ملتان جا کر ''دار بنی ہاشم'' نہ جانا ایسا ہی ہے جیسے آگرہ جا کر تاج محل نہ دیکھنا۔ دار بنی ہاشم میری عقیدت کا مرکز ہے کہ ابناء امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری اور سید عطاء المہیمن بخاری مدظلھم اور بنت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہا کے اہل خانہ کا مسکن ہے۔ قافلۂ ولی اللہی اور جماعت شیخ الہند کا ایک ایک فرد لائق تکریم ہے اور کاروانِ قاسمیؒ کا ہر شریک بے مثال و باکمال ایسا کہ:

جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

اس گروہِ جاں فروشاں کے ہر جاں سپار کی محبت وعظمت حرز جاں ہے لیکن دو شخصیتیں ایسی ہیں کہ ان کی عظمت و تقدیس اور عقیدت ومحبت ابتدائے شعور سے ہی دماغ و دل میں موجزن ہے۔ ان کا ذکر جمیل کہیں بھی ہو دل قابو میں نہیں رہتا، بس کھنچا چلا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میری عقیدت ومحبت کا محور ہیں۔ میں نے ان کو دیکھا نہیں کہ ممکن نہ تھا، لیکن ان کی عظمت وتقدیس کی حکایات وروایات مسلسل سنتا اور پڑھتا رہا ہوں۔

حضرت امیر شریعت کا سانحۂ ارتحال ۲۱ راگست ۱۹۶۱ء کا واقعہ ہے، اس وقت میری عمر دس برس تھی۔ چوتھی جماعت کے معمولی طالب علم کو بھلا کس چیز کا شعور وادراک ہوسکتا ہے؟ الحمدللہ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری علیہ الرحمہ سے تعلق خاطر رہا ہے۔ ان کو دیکھا بھی خوب اور سنا بھی بہت۔ فراق کا خیال مستعار لوں تو فخریہ کہہ سکتا ہوں:

آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی ہم عصرو!
تم نے فراق سے باتیں کی ہیں، تم نے اس کو دیکھا ہے

مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ جو خود کو سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کہتے اور لکھتے رہے اور اسی نام سے معروف ہوئے، اپنے دور کے لیجنڈ تھے۔ ایسا عبقری انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ قدرت نے بے پناہ خصائص کو ایک پیکر میں ڈھال دیا ہے۔ ایسا حسین اور اتنا ذہین شخص کہ کوئی مثال نہیں۔ دجلۂ علوم اور زبان و بیان پر ایسی قدرت کہ جس موضوع پر چاہیں بلا تکان گھنٹوں بولتے چلے جائیں۔ بہت وسیع المطالعہ اور استحضار اس قدر کہ موضوع کی مناسبت سے حوالے اس انداز و کثرت سے پیش کرتے چلے جاتے کہ گویا ان کے سامنے لائبریری کھلی ہے اور کتابیں اپنے اوراق خود پلٹتی جارہی ہیں۔ مجمع ایسا پرسکون وساکت کہ لوگوں پر مجسموں کا گمان ہونے لگتا۔ لہجے کا زیر و بم، الفاظ کی نوک پلک اور اس پر منفرد لحن ایسا کہ ماحول پر سحر

طاری ہوجاتا اور ہر شخص زبان حال سے یہی کہتا:

شگوفے کھلنے کی موسیقیاں ہمیں تسلیم
مگر وہ بات کہاں؟ جو تمھاری بات میں ہے

خیر المدارس ملتان اور مدرسہ سراج العلوم خانیوال کے سالانہ جلسوں میں حضرت شاہ صاحب کو کئی بار سنا اور پھر جمعیت المسلمین خانیوال کی سالانہ کانفرنس میں تو گویا نا گزیر ہو گئے تھے۔ بیرون لوہاری گیٹ ملتان کے ہفتہ وار درس قرآن کی محافل میں شرکت کی سعادت بھی حاصل رہی ہے۔ ہمارے دوست شمس القمر کے نام پر متعجب ہو کر فرمایا کہ بھئی یہ کیا نام ہے، شمس وقمر ہونا چاہیے۔ نام کی ترکیب ان کی یاد کا سبب بن گئی، جب بھی ملاقات ہوتی، فرماتے کہ شمس القمر کا کیا حال ہے؟

۱۹۹۵ء کے اوائل میں شاہ صاحب کی زیارت وشرفِ ملاقات کے لیے ملتان جانا ہوا، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ غالبًا اپریل یا مئی کا مہینہ تھا۔ دوپہر ہو چلی تھی، اکرام القادری صاحب کہنے لگے کہ وقت مناسب نہیں لیکن غرض مند دیوانہ ہوتا ہے اور مجھے دوسرے روز کراچی واپس جانا تھا۔ دل کی تڑپ بے چین کر رہی تھی اور یہ اندیشہ بھی کہ خدا جانے پھر کب موقع ملے؟ دروازے پر دستک دی تو بچے نے آ کر کہا کہ شاہ جی کی طبیعت ٹھیک نہیں اور ملاقات کا وقت نہیں۔ ہم نے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحب کو اطلاع کر دیں کہ کراچی سے حاضر ہوا ہوں، محض زیارت مقصود ہے۔ اطلاع پا کر حضرت شاہ صاحب (اللہ ان کو بے پایاں رحمتوں سے نوازے) نے بلا لیا۔ شاہ جی تہبند باندھے اور کرتی پہنے چار پائی پر بیٹھے تھے۔ دیکھ کر دل آزردہ ہوا کہ چاند گرہن کی زد میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے کہ اب کیا رکھا ہے، کیا لینے آئے ہو؟ اور پھر غلافی آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے۔ صورت حال نے زبان کو بے بس کر دیا تھا لیکن آنکھوں پر اختیار نہ رہا۔ ہماری کیفیت کی غالب نے ترجمانی کی ہے:

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

جانشین امیر شریعت علیہ الرحمہ سے یہ ہماری آخری ملاقات ثابت ہوئی کہ چند ماہ بعد ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کی شام وہ داغِ مفارقت دے کر خلد آشیانی ہو گئے۔ میں کراچی میں تھا اور شاد عظیم آبادی کا شعر ذہن میں گردش کرتا رہا:

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

محلّہ ٹبی شیر خان سے ہم پہلی بار دار بنی ہاشم آئے، جہاں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمہ اور

سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے۔ سید ابوذر بخاری علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ملتان جانے کی ہمت نہ ہوسکی۔

پانچ چھے برس پہلے بنت امیر شریعت سیدہ اُمّ کفیل بخاری کی لاثانی ولافانی تصنیف ''سیدی وابی'' کا پہلا ایڈیشن دیکھا تو عجیب کیفیت سے سرشار ہوا۔ حضرت امیر شریعت کی سوانح پر بڑے لکھاریوں کی تصانیف اس کتاب کے مقابل ہیچ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر اس سے خوبصورت اور دل نشین کتاب اور کوئی نہیں ہے۔ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے کئی بار ارادہ کیا مگر ہمت نہ ہوسکی۔ دو سال پیشتر (اپریل ۲۰۱۲ء) یہ عالی مرتبت مصنفہ بھی دار فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گئیں۔ ان کی رحلت کی خبر سے ایسے لگا کہ میری والدہ کا جنازہ گھر میں رکھا ہے۔ برادرم سید کفیل بخاری سے کوئی تعارف نہ تھا، بالآخر ہمت کر کے ان کے موبائل پر تعزیت کی اور یوں ان سے شرف ہم کلامی کا آغاز ہوا۔

عرصہ ہوا خواہش اور ارادے کے باوجود ملتان نہ جا سکا۔ ایک آدھ بار جانا ہوا تو وقت کی تنگی آڑے آ گئی۔ اس بار پنجاب جانا ہوا تو بے تابانہ ملتان پہنچا۔ برادرم شمس القمر صاحب کے ہمراہ پہلے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے دفتر پہنچا، دار بنی ہاشم کا راستہ معلوم کیا اور سید کفیل شاہ صاحب کا نمبر لے کر فون کیا۔ گرین سگنل ملتے ہی رفیق دیرینہ کرم الٰہی اور شمس القمر خان کے ساتھ دار بنی ہاشم پہنچا۔ چند لمحوں بعد نبیرۂ امیر شریعت برادرم سید کفیل شاہ صاحب بخاری کا نورانی چہرہ ہماری نگاہوں کا مرکز تھا۔ خانوادۂ بخاری کا ہر فرد اپنی مثال آپ ہے اور واقعی انھیں ایسا ہی ہونا چاہیے۔ سید کفیل بخاری صاحب عمر میں بڑے نہیں لیکن مقام ونسبت بہت بڑی ہے۔ ان سے مل کر جی نہال ہو گیا، دل نے کہا آخر ذریّت کس کی ہے؟ دیکھیے جوش نے کیا غضب کا شعر کہا ہے:

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں شاید، مگر ایسے بھی ہیں

دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور نفیس قہوہ سے شادکام ہوتے رہے۔ افسوس کہ مدت بعد جانا ہوا لیکن سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ کی دید سے محروم رہے کہ وہ سفر پر تھے جب کہ پیر جی حضرت سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ گھر تشریف لے جا چکے تھے، اس لیے ناچار لوٹنا پڑا۔ ان سے ملاقات بعد عصر ہوسکتی تھی لیکن برادرم کرم الٰہی کا مسلسل اصرار تھا کہ کھانا ان کے ہاں کھانا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد سید کفیل شاہ صاحب بخاری کے گراں قدر عطیہ اور بے پناہ محبتوں کی سوغات کے ساتھ رخصت ہوئے۔ رہے نام اللہ کا۔

(مطبوعہ: روزنامہ اسلام: ۱۵ رمئی ۲۰۱۴ء)